سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر: حضرت العلام مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن 9 ربیع الاول سنہ 1 عام الفیل بمطابق 22 اپریل 571ء مطابق 25 بیساکھ 628 بکرمی مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق اور قبل طلوع آفتاب پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش میں بعض مؤرخین نے اختلاف کیا ہے، کسی نے 8 ربیع الاول کسی نے 12 ربیع الاول لکھی ہے مگر دوشنبہ (سوموار) کے دن پر سب متفق ہیں اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے دن پیدا ہوئے تھے، جب حساب لگایا جاتا ہے تو سوموار کا دن بجز 9 ربیع الاول کے اور کسی تاریخ کے ساتھ مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لئے لامحالہ صحیح تاریخ پیدائش 9 ربیع الاول ہی ہو سکتی ہے۔

ہندوستان کے مایۂ ناز مؤرخ اور سیرت نبوی ''رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مشہور مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد اور تمام سنین مروجہ کا مقابلہ کر کے 9 ربیع الاول ہی کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ یہی تاریخ صحیح ہے۔

ولادت پر خوشی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر آپؐ کے سب رشتہ داروں کو بڑی خوشی ہوئی، آپؐ کے والد بزرگوار اگرچہ آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے، مگر آپؐ کے چچا ابو طالب وغیرہ اور آپؐ کے دادا موجود تھے، جو فرطِ انبساط سے جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے۔ ابولہب کو جب اس کی لونڈی ثویبہ نے آپؐ کی ولادت کی خبر دی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ اس خوشخبری سنانے والی لونڈی کو اسی خوشی میں آزاد کر دیا۔ آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے جب یہ خبر سنی تو سنتے ہی گھر میں آئے اور آپؐ کو اٹھا کر خانہ کعبہ لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے، اور پھر ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی، دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ ''بچے کا نام کیا رکھا؟''

عبدالمطلب نے کہا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' لوگوں نے تعجب سے پوچھا ''کہ آپ نے اپنے خاندان

کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟'' کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان قرار پائے''۔

اسم شریف کا اعجاز: دادا کے مقرر کردہ نام پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کس زمانہ میں اور کس ماحول میں ایسا نام تجویز کر رہا ہے اور کس طرح ایک اچھے نام سے اچھے کام کی توقع رکھتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کے والدین، عبد اللہ و آمنہ کے اسمائے گرامی پر بھی غور کرو۔ اس زمانے کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے آپ یقیناً تعجب کریں گے کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی نبوت کی نشانیاں تھیں۔ جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو۔ کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال اور حمید الصفات ہو، اور تمام دنیا کی زبان سے ''محمد'' ﷺ کہلائے۔

بچپن کی برکات: آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتے میں امانت دار نور محمدی ﷺ کی دلدادہ بن گئی تھیں۔ آپ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ بچے کا نام ''احمد'' رکھنا۔ چنانچہ ماں نے آپؐ کا نام احمد رکھا، اور دادا نے محمد ﷺ، پس یہ دونوں نام محمد ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔ اس خواب کے بعد سیدہ آمنہؓ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔ چنانچہ جب حلیمہ سعدیہؓ نے محمد ﷺ کو گود لینے میں اس لئے تامل کیا کہ آپؐ یتیم بچے ہیں تو آپؐ کی والدہ آمنہؓ نے فرمایا تھا: (**یاظئیر! سلی عن ابنک فانه سیکون له شأن**) ترجمہ: ''اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو، اس کی بڑی شان ہونے والی ہے''۔

شروع شروع میں چند روز آپؐ کو آپ کی والدہ ماجدہ اور آزاد شدہ لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا مگر جب آٹھ دن کے ہو گئے۔ تو شرفائے مکہ کے دستور اور آب و ہوا کے لحاظ سے آپؐ کو ایک بدوی عورت حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کر دیا گیا۔

آپ ﷺ کی برکت کا اثر سواری پر: حلیمہ سعدیہؓ کا بیان ہے کہ جب محمد ﷺ کو یتیم سمجھ کر کسی دایہ نے دودھ پلانے کیلئے نہ لیا کہ اس سے ہمیں خاطر خواہ منفعت نہ ہوگی۔ تو آپؐ کی والدہ نے مجھے کہا۔ مجھے بھی گویا خیال تھا کہ تنخواہ کم ملے گی، مگر چونکہ مجھے شہر سے اور کوئی بچہ نہ ملا تھا اس لئے

میں نے آپؐ کو لے لیا۔ میں ایک غریب عورت تھی۔ میری سواری بھی دوسری عورتوں کی سواریوں سے کمزور تھی مگر میں جب رسول اللہ ﷺ کو لے کر روانہ ہوئی تو میری سواری سب سے آگے نکل گئی۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بچہ انفرادی شان کا حامل ہوگا۔

آپ ﷺ پر بادل کا سایہ: سیدہ حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں۔ ایک دن آپؐ اپنی رضاعی بہن شیماءؓ کے ساتھ کھیلتے کھیلتے دور چلے گئے۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کوئی درندہ آپؐ کو نقصان نہ پہنچائے اس لئے میں آپ کی جستجو میں نکلی۔ جب آپؐ مجھے ملے تو میں نے شیماء کو ڈانٹا کہ ''تو اپنے بھائی کو اتنی دور دھوپ میں کیوں لے آئی؟'' شیماء نے کہا: ''اماں ہمیں دھوپ نہیں لگی۔ میرا بھائی جدھر جاتا تھا ایک بادل کا ٹکڑا سر پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ ہوتا تھا''۔

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے اوپر دیکھا سچ مچ ایک بادل کا ٹکڑا تھا جو آپؐ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں آپ کی عزت اور بھی بڑھ گئی۔

آپ ﷺ کا پہلا انشراح صدر: سیدہ حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ نے ذرا ہوش سنبھالا تو آپؐ اپنے دوسرے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریوں کا ریوڑ چرانے چلے جاتے تھے۔ ایک دن دوپہر کے وقت آپؐ کے رضاعی بھائی عبداللہ دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے اماں جلدی چلیے ہمارے مکی بھائی کو دو آمیوں نے جنگل میں شہید کر ڈالا۔ یہ وحشت اثر خبر سنتے ہی میری جان پر بن گئی۔ بدحواس ہو کر دوڑی۔ میرے ساتھ بنی سعد کے لوگ بھی بے قرار ہو کر بھاگے۔ جب ہم جنگل میں پہنچے، تو دور سے دیکھا کہ آپؐ تندرست مگر حیران کھڑے ہیں۔ جب ہم آپؐ کے قریب پہنچے تو آپؐ سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی، میں نے دوڑ کر آپؐ کو گلے لگالیا، اور پوچھا کیا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

''دو شخص آسمان سے اتر کر میرے پاس آئے جو سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے مجھ کو لے کر آہستہ سے زمین پر لٹا دیا۔ میرا شکم چاک کر کے کچھ نکال کر دھویا۔ خبر نہیں کیا تھا۔ پھر اسی طرح سینہ میں رکھ کر ٹانکے لگا دیئے اور مجھے اٹھا کر خود چلے گئے''۔

ایک کاہن کی پیش گوئی: حلیمہؓ کہتی ہیں کہ ''مجھے لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہ آسیب کا خلل معلوم

ہوتا ہے لہٰذا اسے کسی معالج، کاہن کو دکھاؤ اور اس کا علاج کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو مرض ترقی کر جائے اور پھر علاج میں مشکل پڑے''۔

سیدہ حلیمہؓ بھی عورت تھیں اور پھر عورت بھی بدوی۔ کب تک لوگوں کے کہنے میں نہ آتیں، فوراً آپؐ کو ایک کاہن کے پاس لے گئیں۔ جب کاہن نے حضور ﷺ کا روئے انور دیکھا تو گھبرا گیا، اور جس وقت آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے مذکورہ واقعہ سنا تو سٹ پٹا گیا۔ مردود نے فوراً آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلا اٹھا:

''دوڑو دوڑو، عرب کے لوگو! جلدی کرو اس لڑکے کو قتل کر ڈالو۔ ورنہ یہ بڑا ہنگامہ بپا کرے گا۔ ملک میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دے گا۔ تمہارے بزرگوں کو بے عقل، معبودوں کو پتھر اور دین کو برا کہے گا۔ ایک نئے الٰہ کو پوجنے کی ترغیب دے گا''۔ حلیمہؓ یہ سن کر لال پیلی ہو گئیں اور بولیں: ''تو غارت ہو، اللہ تجھے ہلاک کرے، دور ہو موذی، تو نے ہم سے کب کی دشمنی لینی تھی؟''

یہ کہہ کر آپ نے کاہن کا ہاتھ جھٹک دیا اور نبی کریم ﷺ کو ہمراہ لے کر گھر تشریف لے آئیں۔

یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ حلیمہؓ جو پہلے بھی اس قسم کے کئی واقعات دیکھ چکی تھیں سمجھ گئیں، کہ یہ بچہ کوئی بلند اقبال بچہ ہوگا۔ اس لئے اور بھی زیادہ آپؐ کی خاطر مدارات کرنے لگیں۔

رضاعی ماں کی خدمت: رسول اللہ ﷺ بھی مائی سیدہ حلیمہؓ سے بہت انس و محبت فرمایا کرتے تھے۔ اور باوجود کم سنی کے ان کی ہر ممکن خدمت کیلئے تیار رہتے تھے۔ بچوں کی سعادت یہی ہے کہ وہ بزرگوں کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں اور ان کی خدمت سے پہلوتہی نہ کریں۔ چنانچہ جب محمد ﷺ نے دیکھا کہ اماں غریب ہے آپؐ بکریاں چرانے کیلئے تیار ہو گئے اور مائی حلیمہؓ کے منع کرنے کے باوجود ان کی بکریاں چراتے رہے۔ حالانکہ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک زیادہ سے زیادہ پانچ سال کی تھی۔

بے عیب بچپن: سیدہ حلیمہؓ کا بیان ہے کہ بچپن میں آپؐ دوسرے بچوں کی طرح شریر نہ تھے۔ نہ بچوں کی طرح گالیاں دیتے تھے۔ نہ فضول کھیل کود میں رہتے تھے۔ نہ لڑتے جھگڑتے تھے۔ نہ گاتے تھے نہ گانا سنتے تھے اور نہ ہی کبھی ایسی مجلس میں جانا پسند کرتے تھے، حالانکہ یہ چیزیں اس وقت عرب کے

بچوں کی گھٹی میں داخل تھیں۔

آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد آپؐ کی رضاعی ماں حلیمہؓ اور اس کے شوہر حارث بن عبد العزیٰ اور ایک رضاعی بھائی اور رضاعی بہن آپؐ پر ایمان لائے۔ ان کا یہ ایمان بھی آپؐ کے انہی پاکیزہ اخلاق اور نیک اطوار کا نتیجہ تھا، جو انہوں نے بچپن کے ابتدائی زمانہ میں آپؐ میں مشاہدہ کیے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ آپؐ کے مداح ہو گئے، اور آپؐ کے دعویٰ نبوت پر بلا تأمل ایمان لے آئے۔

آپ ﷺ کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ: آپؐ کے ایامِ طفولیت کا ایک اور بھی عجیب وغریب واقعہ ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں، جب آپؐ پانچ سالہ بدوی زندگی بسر کرنے کے بعد اپنی والدہ کے پاس شہر میں آ گئے تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپؐ کی والدہ کا سایہ بھی آپؐ کے سر سے اٹھ گیا تو آپؐ کو آپؐ کے دادا عبد المطلب نے اپنے پاس رکھ لیا۔ عبد المطلب کو بھی آپؐ کے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے آپؐ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ گو ان کے اور بھی بہت سے پوتے تھے مگر وہ آپؐ کو ہی زیادہ چاہتا تھا اور بیت اللہ کی اس مسند پر جس پر اس کے سوا اور کوئی بیٹھ نہیں سکتا تھا اگرچہ وہ اس کا کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو، مگر وہ محمد ﷺ کو اس پر بیٹھنے سے منع نہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ بسا اوقات آپؐ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

ایک بار جب کہ آپؐ کی عمر مبارک سات سال کی تھی، آپؐ کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ بہت علاج کئے گئے مگر کسی دوا سے آرام نہ ہوا۔ ایک دن عبد المطلب سے کسی نے کہا کہ عکاظ بازار کے قریب ایک راہب طبیب رہتا ہے اگر آپ اپنے عزیز کو اس کے پاس لے جائیں تو اس کے علاج سے ان کی آنکھیں ضرور اچھی ہو جائیں گی۔ عبد المطلب بہت خوش ہوئے اور دوسرے ہی دن رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر وہاں چل دیئے۔ رات کو وہ وہاں پہنچے، راہب کا دروازہ بند تھا۔ آس پاس کے رہنے والوں سے پوچھا: ''راہب کہاں ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ہے تو یہیں، مگر اب دروازہ نہیں کھولے گا۔ کیونکہ ایک سال متواتر مکان کے اندر بند رہتا ہے۔ اور باہر نہیں آتا''۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ راہب کے مکان میں زلزلہ آ گیا۔ دیواریں تھرتھرائیں، چھت لرزی، اور راہب بے تاب ہو کر باہر کی طرف بھاگا اور حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جب اس کی نگاہ رسول اللہ ﷺ

پر پڑی۔ تو آپؐ کے پاس آ گیا اور عبدالمطلب سے یوں گویا ہوا:

راہب: کیا یہ صاحبزادہ آپ ہی کا ہے؟ آپ اس کو یہاں کیوں لائے ہیں؟

عبدالمطلب: ''ہاں یہ میرا پوتا ہے اس کی آنکھیں دکھتی ہیں اور سنا ہے کہ تم آنکھوں کا بہت اچھا علاج کرتے ہو''۔

راہب: ''وائے آپ کی عقل پر'' آپ طبیب کو مریض کے پاس، مقدس کو گناہگار کے پاس اور شفائے عالم کو مریضِ مجسم کے پاس لائے ہیں۔

''اے عبدالمطلب! میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا عبادت کر رہا تھا کہ یکا یک سارا مکان لرز گیا اگر میں باہر نہ آتا تو خطرہ تھا کہ دب کر مر جاتا۔ یہ تمہارا صاحبزادہ بڑے جاہ وجلال والا اور بلند مرتبہ ہوگا یہ نبی ﷺ آخرالزماں ہے اس کے بشریٰ سے نور ٹپک رہا ہے۔ اسے یہودیوں سے بچاؤ۔ وہ کم بخت اگر اسے دیکھ پائیں گے تو اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ جاؤ اس کا منہ مخزن شفا کا سرچشمہ ہے۔ اسی کا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگا دو، اور قدرت کا کرشمہ دیکھو''۔

عبدالمطلب کا بیان ہے کہ واپس آکر میں نے آپؐ ہی کا لعاب دہن آپؐ کی آنکھوں پر لگایا، صبح کو جو دیکھا تو آپؐ کی آنکھیں بالکل اچھی تھیں۔

مثل مشہور ہے: ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' رسول اللہ ﷺ نے بڑے ہو کر نبوت کا درجہ پانا تھا اس لئے قدرت نے بچپن ہی سے آپؐ میں صلاحیت کا مادہ پیدا کر دیا۔

مذکورہ بالا خرق عادات و عجیب وغریب حالات کے علاوہ اور بھی بے شمار واقعات ایسے ہیں جو آپؐ کے زمانہ طفولیت سے تعلق رکھتے ہیں مگر چونکہ آپؐ کا بچپن بھی ہمارے لئے اسی طرح کا ایک نمونہ ہے، جس طرح آپؐ کی زندگی کے دوسرے شعبے ہمارے لئے لائحہ عمل ہیں۔ اس لئے اب ہم صرف وہی باتیں نقل کرتے ہیں جو ایک سعادت منداور نیک بخت بیٹے میں ہونی چاہئیں۔

والدین کا ادب واحترام: آپؐ چونکہ دنیا کے تمام سعید بیٹوں میں سے سب سے بڑھ کر سعید بیٹے تھے۔ اس لئے آپؐ کا دستور العمل یہ تھا کہ: ﴿**فلا تقل لهما أف ولا تنهر هما وقل لهما قولا كريما**﴾ [بنی اسرائیل: ۲۳] ترجمہ: ''ماں باپ جو کچھ بھی چاہیں کہہ لیں مگر تم ان کو جواب دینا یا گستاخی سے پیش آنا تو رہا درکنار انہیں اُف تک نہ کرو''۔

چنانچہ آپؑ نے اپنی زندگی میں یہ کر کے دکھایا۔ فرمایا کہ تمہیں ماں کی عزت اور خدمت باپ سے تین گنا زیادہ کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ اس نے تمہاری تربیت اور پرورش میں باپ سے بہت زیادہ تکالیف برداشت کی ہیں۔ پس اس کا حق خدمت بھی تم پر زیادہ ہے۔

باپ تو بحیثیت صاحب اقتدار ہونے کے حکماً آپ سے خدمت لے سکتا ہے مگر وہ بے چاری جو منہ میں زبان بھی نہیں رکھتی اور دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھی جاتی ہے، کس طرح تم سے خدمت لے سکتی ہے؟ پس عقلاً واخلاقاً تمہارا فرض ہے کہ ماں کی خاطر داری باپ سے زیادہ ملحوظ رکھو اور اس معنی میں فرمایا کہ انسان کی جنت یا جہنم ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

رضاعی ماں کا احترام: ابوطفیلؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت آئی حضور ﷺ نے اسے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئی جب وہ چلی گئی تو ہم نے آپؑ سے پوچھا: ''رسول اللہ ﷺ یہ کون تھیں؟'' آپؑ نے فرمایا: ''یہ میری رضاعی ماں تھیں''۔ ﴿سبحان اللہ﴾ یہ احترام رضاعی ماں کا ہے حقیقی ماں ہوتی تو نہیں معلوم کس قدر احترام ہوتا اور کتنی عزت افزائی ہوتی۔

ام ایمنؓ کا احترام: ام ایمنؓ جو آپؑ کے والد سردار عبداللہ کی لونڈی تھی اور آپؑ کو ورثہ میں ملی تھیں آپؑ ان کی بھی بہت عزت کیا کرتے تھے اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، (امی بعد امی) یہ میری ماں کے بعد (دوسری) ماں ہے۔

رضاعی ماں کی سفارش: ایک دفعہ قبیلہ بنو سعد کے بہت سے مرد اور عورتیں جنگ میں اسیر ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے، جب حلیمہ سعدیہؓ کو پتہ چلا تو ان کو چھڑانے کیلئے آئیں، رسول اللہ ﷺ اپنی رضاعی ماں کو دیکھ کر استقبال کیلئے آگے بڑھے اور پوچھا: ''کس طرح تشریف لائیں؟''

حلیمہؓ نے کہا: ''بیٹا آپؑ نے اپنی خالاؤں کو اور پھوپھیوں کو قید کر لیا، یہ کیا کیا؟''

آپؑ نے اسی وقت اپنے اور قریش کے حصے کے قیدیوں کو رہا کر دیا اور ظہر کے وقت باقی مسلمانوں سے بھی سفارش کی کہ: ''میری اماں حلیمہ سعدیہؓ ان قیدیوں کی رہائی کیلئے آئی ہیں، میں نے قریش کا حصہ تو آزاد کر دیا ہے۔ اب تم سے سفارش کرتا ہوں کہ تم بھی میری اماں کی قوم کو آزاد کر دو''۔

چنانچہ آپ ﷺ کے ارشاد پر سب قیدی رہا کر دیئے گئے۔ اسی طرح جب کبھی بھی سیدہ حلیمہؓ آپؐ کے پاس آتیں۔ آپؐ ان کا بہت احترام فرماتے۔ ''میری اماں'' کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور اپنے اوپر کی چادر اتار کر نیچے بچھا دیتے۔ آپؐ کو اپنی حقیقی والدہ سے اس سے بھی زیادہ محبت تھی۔ مگر افسوس کہ وہ بچپن میں ہی آپؐ کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں۔ آپؐ کی عمر مبارک چھ سال کی تھی جب وہ مقام ابواء پر فوت ہوگئیں۔ اس وقت آپؐ بھی ان کے ساتھ سفر میں تھے۔

حقیقی ماں سے محبت: زمانہ نبوت میں جب کبھی آپؐ کو ادھر سے گذرنے کا اتفاق ہوتا تو آپؐ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ بہت سے صحابہ کرامؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ والدہ کی قبر دیکھ کر رو پڑے۔ آپؐ کے رونے میں ایسا درد اور رقت تھی کہ صحابہ کرامؓ تاب نہ لا سکے۔ اور وہ بھی آنسو بھر لائے۔ اس کے بعد آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ میں چھ سال کا تھا جب میری والدہ فوت ہوئی تھیں۔ وہ میرے والد کی قبر دیکھنے کیلئے یثرب تشریف لائیں۔ ام ایمن ساتھ تھیں۔ ایک انیسہ نامی لڑکی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ فلاں قلعہ کے اوپر ایک پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا، جسے ہم اڑایا کرتے تھے۔ فلاں مکاں میں ہم ٹھہرتے تھے۔ اس جگہ میری والدہ کی قبر تھی۔ فلاں تالاب (بنو عدی) میں مَیں تیرتا تھا۔

قابل تقلید بچپن: الغرض جہاں تک ہم آپؐ کے زمانہ طفولیت پر نظر دوڑاتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیں ایک نہایت ہی شریف الطبع، متین، سنجیدہ، فرمانبردار، راست گفتار، عالی ہمت اور سعادت مند بیٹے کی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ جس ماحول میں آپؐ نے پرورش پائی اگر اسے دیکھا جائے تو یہ امر قطعاً محال اور ناممکن نظر آتا ہے کہ ان کے اثرات کے ماتحت ایک ایسا سعید بیٹا پیدا ہو سکے۔ الغرض اگر کوئی شخص جو سیدھے راستے کا طالب ہو وہ آپؐ کی اس زندگی پر غور کرے تو اسے آپؐ کی ہی زندگی آپ کی صداقت اور راست بازی کی ایک زبردست دلیل نظر آئے گی۔ کاش ہمارے بچے بھی اپنے اندر آپؐ جیسے عادات و خصائل بیدار کر کے حقیقت میں قوم کا قیمتی سرمایہ بنیں اور یقیناً بن سکتے ہیں۔ جس طرح ہم اپنے بچوں کی دنیا کی تعلیم میں سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ معاشرے میں ان کی حیثیت ہو اسی طرح دنیا کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہم قرآن و حدیث کی بھی تعلیم و تربیت دلوائیں تاکہ ان کی دین و دنیا دونوں کی زندگی سنور جائے۔